باربار لوٹ مار کا ذکر آیا ہے۔ ان لوگوں کو سیرت النبی جلد اول میں "غزوات پر ایک نظر" از صفحہ ۵۷۳ تا صفحہ ۶۲۲ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ جس میں مولانا شبلی نے بڑی تحقیق اور خوبی سے بتایا ہے کہ شروع میں جنگ کیوں اور کیسے اور کس ضرورت سے لڑی جاتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح اس شعبہ (جنگ) میں بھی کیسی عظیم اصلاحات کی ہیں۔ یہاں تک کہ جنگ بھی عبادت بن گئی۔ لیکن یہ سب کچھ اچانک نہیں ہوگیا۔ بلکہ بڑی حکمت اور مصلحت شناسی سے بتدریج اور رفتہ رفتہ ہوا ہے۔

مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی ناظم ندوۃ المصنفین دہلی کا خط

گذشتہ ۱۰ فروری ۱۹۸۸ء کا برہان پریس کو جا چکا تھا کہ ڈاکٹر فاروقی صاحب کا خط پہونچا کہ ان کے مضمون کی اشاعت روک دی جائے۔ چنانچہ گذشتہ قسط کو اس مضمون کی آخری قسط سمجھئے۔

مضمون کے سلسلہ میں دفتر برہان میں جو متعدد خطوط موصول ہوئے ان میں ایک خط مولانا محمد تقی صاحب امینی ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا بھی تھا۔ اس خط کا جواب جو مفتی صاحب نے مولانا موصوف کو بھیجا ہے ہم ذیل میں اسکو قارئین برہان کی نذر کرتے ہیں۔ یہ خط بہت جامع اور حقیقت افروز ہے۔ امید ہے کہ تمام خطوط اور مراسلات جو برہان میں موصول ہوئے ہیں یہ خط ان سب کا شافی ووافی جواب ثابت ہوگا

(ایڈیٹر برہان)

مخلصم ومحترم جناب مولانا دام مجدہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پچھلے چند ہفتوں سے ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب کے مضمون "عہد نبوی کا تاریخی جائزہ" پر کافی لے دے ہو رہی ہے، جیسا کہ آپ کو معلوم

ہے کہ فارق صاحب برہان کے قدیم مقالہ نگار ہیں۔ اوران کی متعدد اہم علمی اور دینی کتابیں بھی ندوۃ المصنفین سے شائع ہو چکی ہیں۔ فارق صاحب بھا رہے ان رفقاء میں ہیں جو اپنی تالیفات پر ادارہ سے کوئی معاوضہ نہیں لیتے۔ حالانکہ ان کی جو کتاب انگریزی میں شائع ہوتی ہے پبلشرز ان کو اس کا گراں قدر معاوضہ دیتے ہیں چونکہ فارق صاحب کو ندوۃ المصنفین کی سکت کا بخوبی علم ہے اس لئے ادارے سے کسی حق الخدمت کا خیال ہی نہیں کرتے۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ موصوف ضرورت سے زیادہ بیباک مؤرخ واقع ہوئے ہیں۔ اور اس لئے انھوں نے اس مقالہ میں اپنی بے قیدی بے باکی کا غیر معمولی مظاہرہ کیا ہے۔ رہ رہ کر خیال آتا ہے کہ میں نے یا مولانا سعید احمد صاحب نے ان کے مضمون کو پہلے سے پڑھ کیوں نہیں لیا۔ یہ قطعی بات ہے کہ ہم لوگ، اگر مضمون پڑھ لیتے تو موجودہ صورت میں یہ ہرگز "برہان" میں شائع نہ ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب نے اگرچہ تمام باتیں حوالوں کے ساتھ لکھی ہیں لیکن منصب نبوت اور مقام رسالت کی شان ہی کچھ اور ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام عصمت و عظمت سے اگر تاریخ کا کوئی حوالہ ٹکرائے گا تو وہ بے تکلف رد کر دیا جائے گا کیونکہ تاریخ کی بڑی سے بڑی مستند و معتبر کتاب بھی تواتر کے اس مرتبے تک نہیں پہونچ سکتی جو مرتبہ ثبات ونبوت اوران کی حدود ہے۔ ابن سعد اور کتاب المغازی کی تو حیثیت ہی کیا ہے آپ بخوبی واقف ہیں کہ طبقات بن سعد وغیرہ کے متعلق آمیزش کی ہی شکایتیں رہیں۔ مولانا عبدالرؤف داناپوری مرحوم نے اصح السیر میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔ بہرحال منشا یہ ہے کہ ہمیں محض تاریخی حوالوں سے مرعوب نہونا چاہئے۔ بلکہ حالات و واقعات کے دروبست کا بصیرت احتیاط

کے ساتھ جائزہ لینا چاہئے۔ بنیادی چیز یہ ہے کہ کتب تاریخ کے تمام اندراجات کو جن میں ہزار طرح کے احتمالات ہو سکتے ہیں۔ مرکز عصمت و عظمت شخصیت سرور کائنات کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا۔ اور جو حوالہ اس مقام سے ٹکرائے گا اس کو پس پشت ڈال دیا جائے گا۔

فاروقی صاحب صرف کی تاریخ کے اسکالر ہیں اور ان کا مطالعہ بے شبہ وسیع ہے لیکن ہم مقام رسالت کو بھی تاریخ کے رحم و کرم کے حوالے نہیں کر سکتے۔ بلکہ ان حوالوں کو ایک ہزار چھلنیوں سے چھان کر حقیقت کا پتہ لگائیں گے۔ اس مسئلہ پر بھی فاروقی صاحب سے بار بار گفتگو ہوئی ہے کہ دینی اور مذہبی حیثیت سے قطع نظر تاریخی اعتبار سے بھی احادیث رسول اللہ کا پایہ عام تاریخوں سے بدرجہا بلند ہے۔ سوال یہ ہے کہ خالص تاریخی نقطۂ نظر سے بھی ہم کتاب المغازی کو سامنے رکھیں یا صحیحین اور دیگر کتب صحاح کو، افسوس ہے فاروقی صاحب ان نکتوں پر غور نہیں کرتے۔ اور صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دوسری اہم ترین حدیث کی کتابوں کو چھوڑ کر عام تاریخوں کا سہارا لیتے ہیں۔ میں نے ایک رفیق ادارہ کے سپرد یہ کام بھی کیا ہے۔ کہ وہ فاروقی صاحب کے دیئے ہوئے تاریخی حوالوں اور ان کے ترجمے کو دیکھیں۔ اندازہ یہ ہے کہ ہمارے دوست نے اس راہ میں بھی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ ایک بات اور عرض کر دوں وہ یہ کہ ان علمی اور تحقیقی بحثوں کے اخبار میں آنے کا کیا مطلب ہے، میں تو ان لوگوں کے طریق کار سے یہی سمجھتا ہوں کہ ہمارے معاملات میں بہانے کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اور جو تنکا مل جاتا ہے اس کا سہارا لیکر ہمیں بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہر طرح کی ناسازگاریوں اور دشواریوں کے باوجود گذشتہ ۳۵ سال میں "برہان" اور "ندوۃ المصنفین" نے جو اعلیٰ درجے کی علمی اور مذہبی خدمت کی ہے بہ قائمی ہوش و حواس کوئی انصاف پسند بھی

اس سے انکار کر سکتا ہے؟ "ندوۃ المصنفین" پر کیسے کیسے حوادث گذرے اور اب بھی گذر رہے ہیں۔ لیکن ان ارباب تقدس و تقویٰ کے قلب میں ادنیٰ سی خلش بھی پیدا نہیں ہوئی۔

ہماری کوتاہی سے ایک غیر محتاط مضمون شائع ہو گیا تو زمین و آسمان ایک کر دیا۔ "الجمعیۃ" کے پہلے مراسلے میں جو عنوان زیب قرطاس ہوا وہ یہ تھا "برہان دہلی کی دریدہ دہنی۔ خاتم کی شان میں گستاخی"۔
معلوم نہیں آپ کی کیا رائے ہے۔ مجھے تو یقین ہے کہ اس طرح کی تحریروں کی اشاعت کا مقصد عام مسلمانوں میں اشتعال پھیلانے کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا۔

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ موقع ملے تو فارق صاحب کے مقالے کا جواب تحقیقی اور مثبت انداز میں تحریر فرمائیں۔ یہ کام آپ ہی جیسے حضرات کر سکتے ہیں۔

فقط والسلام
عتیق الرحمٰن عثمانی

گذارش

خریداران برہان یا ندوۃ المصنفین کی ممبری کے سلسلہ میں خط و کتابت کرتے وقت یا منی آرڈر روانہ کرتے ہوئے کوپن پر خریداری نمبر ضرور تحریر فرمائیں۔ جو چٹ پر درج ہوتا ہے تاکہ تعمیل ارشاد میں تاخیر نہ ہو

(مینیجر)